Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
www.safareadab.com

پردے کے پیچھے چھپا ننھا وجود

حدیقہ قریشی

پردے کے پیچھے چھپا ننھا وجود

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم حدیقہ قریشی

All Rights Reserved

Copyright: Hadiqa Qureshi (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

safareadab@gmail.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

BEING THE STRING OF YOUR KITE

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

پردے کے پیچھے چھپا ننھا وجود کے تمام جملہ حقوق لکھاری" حدیقہ قریشی "کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پردے کے پیچھے چھپا ننھا وجود

(ماضی کے اس خوف کے نام جسے ہم اپنے اندر چھپا لیتے ہیں)

زندگی کا آئینہ جب ماضی کا عکس دکھانے لگا

مجھ کو میرا ہی سایہ ڈرانے لگا

جب سے آنکھوں سے چن رہے ہیں بکھرے خوابوں کی کرچیاں

ہم کو جوتے میں پھنسا کنکر بھی ہے بھانے لگا

کون ہوں میں؟ کس لیے ہوں میں؟

پردے کے پیچھے چھپا ننھا وجود اک روز بتانے لگا

اس کی باتوں میں تھی شناسائی کی رمق اس قدر

یوں لگا میرا اضطراب اب کہیں جا کر ٹھکانے لگا

عرض ہوا یوں کہ سب تحلیل حال ہو گیا

پھر وہی بے بسی و بے کلی، مجھ کو خدا کا نشان سمجھ آنے لگا

(حدیقہ قریشی)

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ اس کمرے میں داخل ہوئی جو اندھیروں کی سیاہی میں ڈوبا ہوا تھا۔۔ایک پر اسرار کمرہ۔۔اس نے جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھولا کمرے کی وحشت نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔اس کے جسم نے بے اختیار جھرجھری سی لی۔کمرے کے درودیوار اسے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔

" واپس چلی جاؤ۔۔یہاں مت آؤ۔۔"!

وہ پلٹنا چاہتی تھی مگر اسے کسی دوسرے کی موجودگی کا احساس ہوا۔وہاں اس کے علاوہ بھی کوئی دوسرا وجود موجود تھا۔۔کوئی ہم جنس مخلوق۔اس نے کمرے میں ادھر ادھر اس وجود کو تلاش کرنا چاہا مگر آدھ کھلے دروازے سے آتی ہوئی مدھم سی روشنی میں اس کے لیے دیکھنا بھوسے میں سوئی ڈھونڈنے کے برابر تھا۔ وہ ابھی اس سوچ میں تھی کہ اسے یہاں آنا ہی نہیں چاہیئے تھا کہ اچانک اسے کمرے کے دائیں طرف کونے میں لگے سیاہ پردوں کے پیچھے ہلکی سی سرسراہٹ محسوس ہوئی۔جیسے کوئی ان سیاہ پردوں کے پیچھے چھپ رہا ہے۔وہ یکدم چونکی۔اس کی آنکھوں سے تجسس اور خوف جھلکنے لگا۔اس نے دھیرے دھیرے سے مضبوط قدم اٹھانا شروع کیے۔جیسے ہی وہ ان پردوں کے پاس پہنچی اسے پردے کے نیچے سے کسی انسانی بچے کے چھوٹے سے پاؤں کی چھوٹی سی انگلیاں جھانکتی ہوئی نظر آئیں۔پردے کی مسلسل سرسراہٹ کی وجہ سے اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے پیچھے چھپا وجود شدت سے کانپ رہا تھا۔اس نے آہستگی سے پردے ہٹائے تو وہ ششدر رہ گئی۔بلیو جینز کے جمپ سوٹ کے ساتھ گلابی رنگ کے امتزاج کی شرٹ پہنے سیاہ سلکی بالوں کو پونی میں مقید کیے ایک ننھی بچی گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔وہ ننھا وجود مسلسل کانپ رہا تھا۔اسے ایسا محسوس ہوا جیسے بچی اس سے خوفزدہ ہے۔اس نے نیچے جھک کر اسے اپنے بے ضرر

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ہونے کا یقین دلانے کی خاطر ہمدردی سے اس کے سر کو سہلانا چاہا مگر اس کی انگلیوں کے پوروں کے ہلکے سے چھونے پر ہی اس ننھی سی بچی نے خود کو مزید سمیٹ لیا اور اپنے وجود کو گھسیٹ کر پیچھے موجود دیوار کے ساتھ چپک گی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی تمام حسیں بیدار ہیں۔ اس نے اپنا بڑھایا ہوا ہاتھ دانستہ طور پر پیچھے کھینچ لیا۔ اسے اس بچی کیلئے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ اس کے پہلو میں کونے میں بیٹھ گی۔ اس ننھے وجود کی کپکپاہٹ ابھی بھی جاری تھی۔ اسے پہلی بار کسی بچی کو جاننے میں اتنی دلچسپی ہو رہی تھی۔ وہ جاننا چاہتی تھی۔ وہ ننھی بچی اتنی خوفزدہ کیوں ہے؟ اس نے خود کو کیوں چھپایا ہوا ہے؟ وہ اس سے خوفزدہ ہو کر بھاگی کیوں نہیں؟ کیا اس سے بڑا ابھی کوئی ڈر تھا؟ اسے کیا غم ہے؟ اس نے ایک بار بھی اپنا سر اٹھا کے اک نظر آنے والے اجنبی مہمان کو کیوں نہیں دیکھا؟ وہ اس ننھی بچی کے لیے ایسے تھی جیسے کوئی وجود ہی نہیں رکھتی۔ وہ بچی ایسے بیٹھی تھی جیسے کمرے میں فقط ایک اسی کا وجود ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وقت کی کئی ساعتیں انہیں سوچوں کے گنجلوں میں الجھتے ہوئے خاموشی کی نظر ہوئی۔ یکدم اسے عجیب سا محسوس ہونے لگا۔ اس کا دل اس ویرانے میں ڈوبنے لگا تھا۔ اسے گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ اندھیرا کسی دھند کی طرح اسے اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے اور اس کی روح میں بھرنے لگا ہے۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ بے ساختہ اسے سانس کی قلت محسوس ہونے لگی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے گلے کو تھاما۔ لمبے لمبے سانس لینے کی کوشش کی اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گلے میں کوئی چیز اٹک گئ یا کوئی

باریک بال پھنس گیا ہو۔ اس کا گلہ سوکھ چکا تھا۔ اس نے الٹی کرنا چاہی۔۔۔ مگر بے سود۔۔۔ اس کا چہرہ سانس کھینچے کی شدت سے سرخ پڑ چکا تھا۔

"میری مدد کرو میری۔۔!" اس نے پکارنا چاہا مگر اس کی آواز حلق میں ہی کہیں دور دب گئی۔

"اللہ۔۔ ال۔۔ لہ

مممم۔ میی۔ میری۔۔ میری مدد کرو۔۔ پلیز! مجھے۔۔ سس۔۔ سانس نہیں آ۔۔ ر۔۔ ہی" سانس کی قلت کی وجہ سے اس نے ٹوٹے ہوئے لفظوں میں التجا کی جیسے کوئی پیاسا پانی کی ایک بوند کے لیے فریاد کرتا ہے وہ بھی فریاد کرنے لگی۔ وہ رونا چاہتی تھی مگر اس کے آنسو نہیں بہ رہے تھے۔ وہ اپنی تکلیف کا احساس دلوانا چاہتی تھی۔ مگر کس کو؟؟ یہاں اس کا کوئی مسیحا نہیں تھا۔ وہ حواس باختہ ہو رہی تھی۔ اس نے ہاتھ پیر زمین پر مارنا شروع کیے۔

حضرت اسماعیل علیہ سلام نے زمین پر ایڑیاں رگڑی تھیں تو خدا نے انکے لیے زمین سے آب زم زم کا چشمہ جاری کیا تھا۔ وہ بھی خدا سے ایسے ہی مدد مانگ رہی تھی۔ اس نے بھی ہاتھ پیر ہلائے۔ وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔۔۔ یوں لگا جیسے وقت آہستہ آہستہ گھٹ رہا تھا۔ کوئی قریب آ رہا ہے۔ اس کا بدن پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ ماتھے سے پسینے کی لکیریں بہہ رہی تھیں۔ اس کا جسم پانی چھوڑ رہا تھا یا پانی اسے چھوڑ رہا تھا۔

اسے لگا جیسے موت کا فرشتہ اس کہ ارد گرد منڈلا رہا ہے۔ اس کا انجام قریب ہے۔

میں مر جاؤں گی؟ کیا میں مرنے لگی ہوں؟ اس کے کان سن ہو چکے تھے اور پورا بدن مفلوج ہو رہا تھا۔۔۔ موت کا خوف۔۔۔ موت کے خوف نے اس کی سانس اٹکا دی تھی۔ موت کے بعد کیا ہو گا؟ میرے گھر والوں کو میری موت کی خبر کون دے گا؟ اس انجان جگہ میں کون آئے گا؟ میری لاش اس کھنڈر میں پڑی رہے گی اور گل سڑ جائے گی مجھے کیڑے مکوڑے کھانے لگیں گے۔ میں انجام کو پہنچوں گی۔ میری روح کا فیصلہ ہو گا۔ موت کے ایک جھٹکے سے سب بدل جائے گا۔ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا مگر یہ بچی۔۔ یہ بچی وہیں رہے گی۔ یہ گھٹنوں میں سر دیے یونہی بیٹھی رہے گی۔۔ اسے کوئی خوف کیوں نہیں ہے؟ اس نے پھٹی ہوئی آنکھوں سے اپنے دونوں ہاتھوں سے تھامی ہوئی گردن کو تھوڑا ترچھا کر کے اس بچی کو دیکھا۔

میری سانس بحال ہو جائے گی یا نہیں؟ میرا دم گھٹنا بند ہو گا یا نہیں۔ یہ سب سوچنے کی بجائے وہ اب موت کو سوچنا شروع ہو گی تھی۔ اب وہ موت سے نہیں موت کے خوف سے مر رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

نہیں میں نہیں مر سکتی۔ جہاں کوئی نہیں، وہاں خدا ہے اور وہ مجھے بچا لے گا۔ اس کے دل نے یکدم ایک پر یقین صدا لگائی۔

"یہ لو پانی پیو" اسے کہیں دور سے اک خواب سی آواز سنائی دی۔ جیسے کسی نے گہرے خالی کنویں میں آواز لگائی ہو۔

"پانی پیو" اب آواز قدرے اونچی تھی۔

وہ اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھی۔کسی کی چھوٹی ہتھیلیوں نے اسے زور زور سے ہلانا شروع کر دیا یہاں تک کے اس کی سوچوں کا ارتکاز ٹوٹا اس نے اردگرد کو محسوس کرنا شروع کیا۔اس کی حسیں بیدار ہونے لگیں۔اس نے گردن اٹھا کے اپنے سامنے اس چھوٹی بچی کو پانی سے بھرا شیشے کا گلاس اپنی طرف بڑھاتے ہوئے دیکھا۔۔اس نے ننھی بچی کے ہاتھ سے گلاس جھپٹا اور ایک ہی جست میں سارا پانی ختم کر گئی۔ایسا لگ رہا تھا وہ صدیوں کی پیاسی ہے۔بچی نے نہایت حقارت انگیز نظروں سے اسے دیکھا اور گلاس کمرے میں پڑے ایک عدد لکڑی کے سنگل بیڈ کے ساتھ موجود سائیڈ ٹیبل پر واپس رکھ کر دوبارہ اس کے پہلو میں آکر بیٹھ گئی۔وہ اس وقت اپنے ہوش وحواس میں واپس لوٹ چکی تھی مگر یوں لگ رہا تھا جیسے موت کے خوف نے اس کی قوت گویائی چھین لی ہے۔اس کے دل کی دھڑکن غیر معمولی تھی۔وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔اس قدر تیز دھڑکن،اسے دل کے باہر آجانے کا شبہ ہوا۔وہ بچی دوبارہ اپنا سر جھکا کر گھٹنوں پر رکھنے لگی تھی۔وہ کب اس کے پاس سے اٹھ کر پانی لینے گئی اسے کچھ یاد نہ تھا۔شاید وہ اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کیا اس نے میری فریاد سنی تھی؟کیا مجھ پر احسان کیا ہے اس نے؟میرا مسیحا ایک چھوٹی سی بچی ہے۔اس کو عجیب سی حیرت ہوئی۔

"کو۔۔ن ہو تم؟"زبان سے الفاظ ادا ہونے لگے۔لہجے میں لغزش پیدا ہوئی۔اس نے حلق میں تھوک نگلا اور خود کو نارمل کرنا چاہا۔

اس بچی نے یکدم اپنا سر اٹھایا دو پل اپنے سامنے موجود دیوار کو غور سے تکا پھر تاثرات سے عاری چہرے کے ساتھ بغیر گردن موڑے بولی۔

"تم مجھے جانتی ہو" اس کے اس قدر پر یقین لہجے پر اسے شک سا ہوا۔

کیا وہ اسے جانتی تھی؟ مگر اس نے تو اس بچی کو کبھی کہیں نہیں دیکھا۔ ہاں! مگر اس بچی کی شکل کسی سے مشابہت رکھتی تھی۔

"میں۔۔۔ن۔۔" وہ ابھی بولنے لگی تھی کے اس ننھی بچی نے اس کی بات کاٹی۔

"اتنے سے اندھیرے سے خوف زدہ ہو گئیں تھی" اس نے نا سمجھی سے اس بچی کے سوال پر اسے دیکھا مگر اس ننھی بچی کی گردن اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ گہری سیاہ آنکھیں کسی دانا شخص کی طرح اندھیرے کو تک رہیں تھی دروازے سے جھانکتی ہوئی ہلکی سی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ اس کا چہرہ نہایت معصوم اور خوبصورت تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں اندھیرے سے ڈری نہیں تھی" اس نے خود کی صفائی پیش کرنا چاہی "میرا سانس بند ہو رہا تھا۔۔۔ میں مرنے والی تھی۔" آخری جملہ بولتے ہوئے اس کا گلا رندھ گیا۔

"تم مرنے والی نہیں تھی۔ بس باہر سے آتی روشنی بند ہوئی تھی شاید لائٹ چلی گئ تھی" اس بچی نے بڑے مطمئن سے لہجے میں اس کی تصحیح کرنا چاہی۔

"کیا مطلب؟؟" وہ چونکی۔

"میں اندھیرے سے نہیں ڈرتی" وہ اترا کر بولی چونکہ وہ اس ننھی بچی کے لہجے میں چھپے طنز کا مطلب باخوبی سمجھ گئی تھی۔

"نوے فیصد لوگ اندھیرے سے ڈرتے ہیں" اس بچی نے سادہ سے لہجے میں بتایا۔

"میں ان دس فیصد میں ہوں جو۔۔۔" وہ اس بچی کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کروانا چاہتی تھی۔

"وہ دس فیصد نابینا ہیں" اس بچی نے اس کی بات دوبارہ کاٹی۔ وہ یکدم حیران ہوئی ایک کم و بیش چار پانچ سال کی لڑکی کا اس قدر پختہ کلام۔ اس کا لہجہ اس قدر اٹل کیسے تھا؟ وہ کوئی عام بچی نہیں تھی۔

"مگر اندھیرے کا خوف اتنا شدید کیسے ہو سکتا ہے؟" "میں اب بڑی ہو چکی ہوں میں اندھیرے سے نہیں ڈرتی۔ اس نے شش و پنج میں مبتلا ہو کہ استفسار کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ تمہارے بچپن کا خوف تھا۔ بچپن کے خوف کبھی ختم نہیں ہوتے۔ آپ انہیں اپنے اندر کہیں چھپا دیتے ہیں۔ آپ کو لگتا ہے جیسے بڑے ہو کر آپ نے ان سے چھٹکارا پا لیا مگر ایسا نہیں ہوتا آپ انہیں چھپاتے نہیں بلکہ اپنی روح کے کسی کونے میں دبا دیتے ہیں اور اک روز وہ کسی بھیانک شکل میں آپ کے سامنے آکر یونہی آپ کا سانس بند کر دیتے ہیں" اس بچی کا پر اسرار انداز اب اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔

"مگر میں تو زندہ ہوں!!" اس نے ناسمجھی سے کہا۔

"کیونکہ تمہیں یقین تھا۔۔ خدا پر یقین۔۔ اگر یہ یقین نہ ہوتا تو تم مر جاتی تمہاری مدد کو کوئی نہ آتا۔ اکثر لوگ موت کے قریب پہنچ کر موت کے خوف سے مر جاتے ہیں کیونکہ انہیں یقین نہیں ہوتا کے خدا انہیں بچالے گا" وہ لاجواب ہو چکی تھی اس بچی کی باتوں سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی تیس یا چالیس سال کی عورت بول رہی ہو۔ وہ اسے ایسے دیکھتی رہی گویا موت کو دیکھ رہی ہو۔

"کیا تمہیں اندھیرے سے ڈر نہیں لگتا؟" وہ خود کو سوال کیے بنا نہ روک سکی۔ وہ اس بچی سے کافی حد تک متاثر ہو چکی تھی۔ اس کا لہجہ، اس کی باتیں، اس کے چہرے کے تاثرات کافی دلچسپ تھے۔

"نہیں!" اس پوری بحث کے دوران یہ پہلا لمحہ تھا جب اس بچی کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہوئے وہ دھیما سا مسکرائی تھی اور بلاشبہ اس کی مسکراہٹ نہایت معصومانہ اور دلفریب تھی۔

"کیوں؟" اس نے تعجب سے سوال کیا۔

"میں نے اس ڈر کو چھپانا سیکھ لیا ہے" یہ کہہ کر وہ اٹھی اور ادھ کھلے دروازے کی سمت بھڑ گئی۔ اس نے اس ننھے وجود کے پیچھے تیزی سے بھاگنا چاہا وہ اس دلچسپ گفتگو کو مزید کچھ وقت کے لیے جاری رکھنا چاہتی تھی۔ اسے اس بچی سے اپنائیت کا احساس ہوا تھا۔۔

"ٹھہرو!!" اس نے اس ننھے وجود کو روکنا چاہا۔

اس ننھی بچی کے چلتے قدم رکے اس نے دروازے کے پاس رک کر گردن کا رخ پیچھے موڑ کر اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"تم کون ہو؟" اس نے پھر وہی سوال دہرایا۔ وہ اس پر اسرار بچی کو جاننا چاہتی تھی۔

"تم مجھے جانتی ہو" یہ کہہ کر وہ بچی اس دروازے کے پار چلی گئ۔ وہ دروازہ جو کسی اور ہی دنیا کی جانب کھلتا تھا۔۔۔ وہ دروازہ جو اس ننھی بچی اور اس لڑکی کی دنیا کے بیچ میں صدیوں کی خلا تھا۔

وہ وہیں شاکڈ کھڑی رہی۔ اس ننھے وجود کے لفظوں کی بازگشت اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔

تم مجھے جانتی ہو۔۔۔ میں نے اس ڈر کو چھپانا سیکھ لیا ہے۔۔ اس کے چہرے کی مشابہت۔۔۔ گتھی سلجھ گئ تھی۔ وہ جان گئ تھی پردے کے پیچھے چھپا ننھا وجود کس کا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ختم شد

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

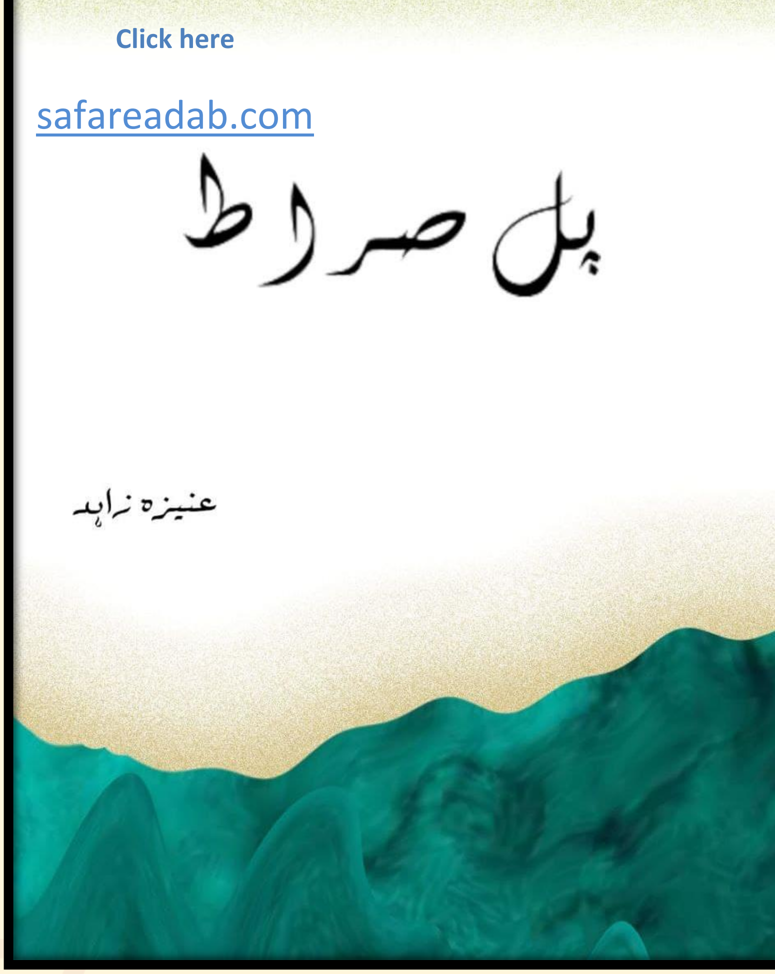

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنالیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی ؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

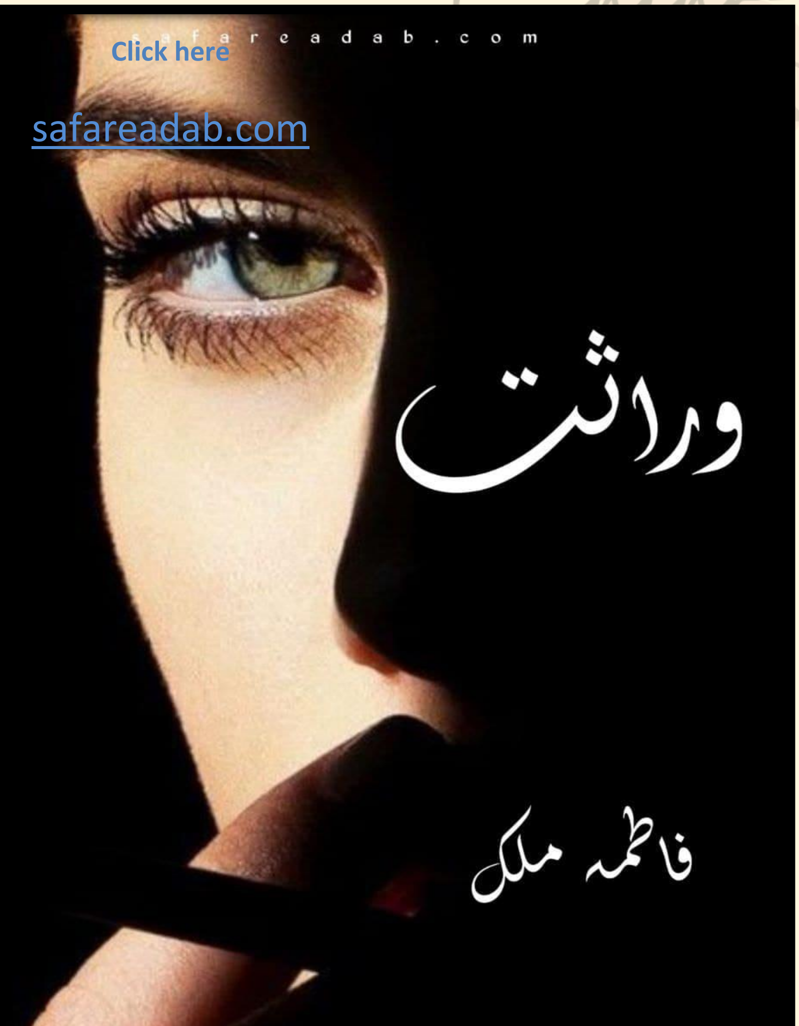

ناول مجال عرض تمنا کریں کیسے کی ایک جھلک

"یہ تمہیں اچانک سے پاکستان کی کیوں یاد ستانے لگی ہے۔۔۔"

وہ اک پل کو پیکنگ کرتا رک گیا اور اس نے سر اٹھا کر حیرانی سے اپنے باپ کی جانب دیکھا۔۔۔ "اچانک۔۔؟ پچھلے اک سال سے کہہ رہا ہوں آپ سے۔۔ مگر آپ میری کسی بات کو سیریئس نہیں لیتے جب تک میں اسے کر نہ لوں۔۔۔"

"جس سپیڈ سے تم بھاگ کر جا رہے ہو ناں اسی سپیڈ سے واپس آؤ گے۔۔۔"

"جی نہیں۔۔۔ میں جس سپیڈ سے بھاگ کر آیا تھا ناں اسی سپیڈ سے بھاگ کر واپس جا رہا ہوں۔۔۔"

"شرم نہیں آتی اس بوڑھے باپ کو یوں اکیلا پردیس میں چھوڑ کر جاتے۔۔۔ کس کے آصرے رہے گا تمہارا باپ۔۔۔"

"بوڑھے۔۔؟" اس نے بھنویں اچکائیں۔۔۔ "ماموں لوگ ہیں ناں یہاں۔۔۔"

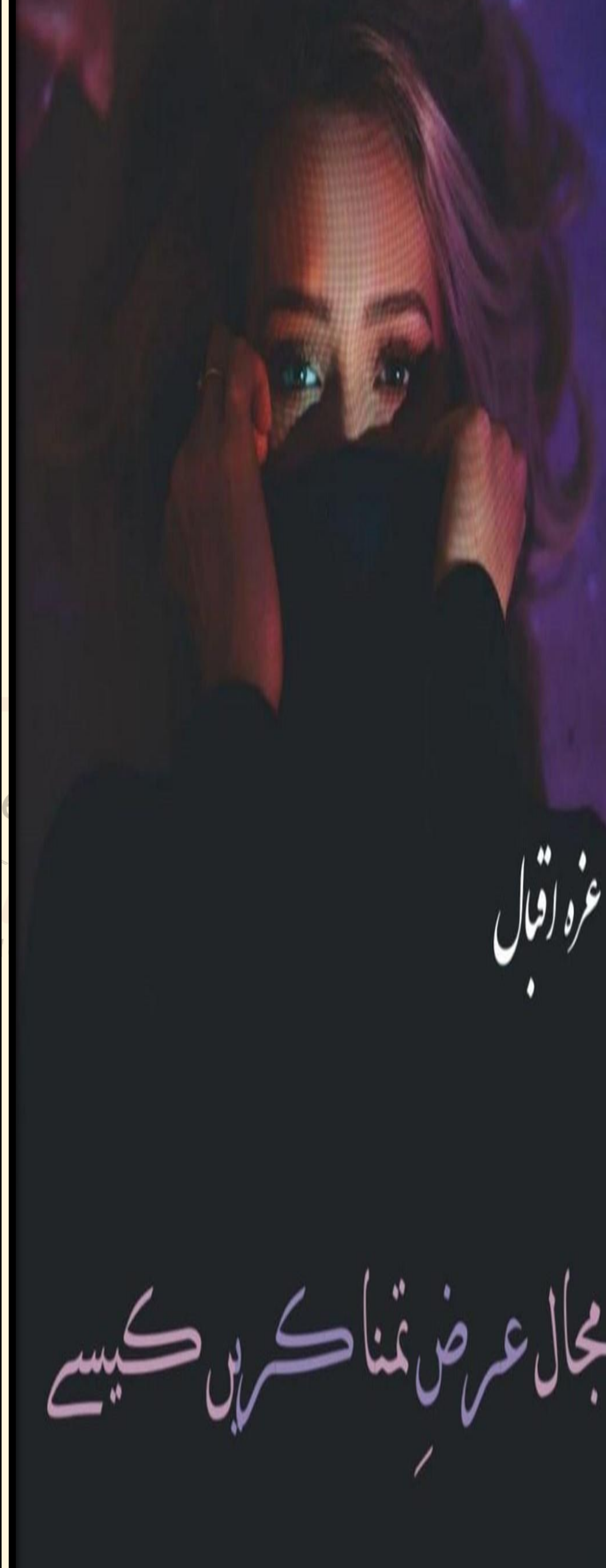

"ہاں بٹھادو باپ کو یوں اپنی مری بیوی کہ گھر
والوں کے سر پر۔۔۔بیوی کہ ہوتے ہوئے تو گھر
جمائی بنا نہیں اب جب بیوی کو گزرے بھی
انتیس سال ہوگئے ہیں۔۔۔اس عمر میں خاک
ڈلواؤ گے باپ کے سر میں۔۔۔"
"ڈیڈ آپ جانتے ہیں اس سبھی ڈرامے کا مجھ پر
کوئی اثر نہیں ہونے والا۔۔۔"
"بیٹا یہ پھر کوئی فخر کی نہیں شرمندہ ہونے کی
بات ہے۔۔۔"
وہ اپنے سارے کپڑے بیگ میں رکھ چکا تھا اس
نے زپ بند کی اور پھر ان کی جانب
آیا۔۔۔"آپ آرہے ہیں ناں قریباً اک ہفتے کے
بعد۔۔۔"
"اک ہفتہ کیوں۔۔ساتھ ہی چلتے ہیں۔۔۔"
"نہیں ڈیڈ۔۔۔ہماری اس ٹاپک پر بات ہو چکی
ہے ناں۔۔۔اتنے سالوں سے گھر بند ہے۔۔۔پتا
نہیں اس کی کیا حالت ہو گی۔۔۔میں آپ کے
آنے سے پہلے اسے سکٹ کرلوں گا۔۔۔"

"مجھے پتا ہے یہ تمہاری دوڑیں کیوں لگی ہوئی
ہیں۔۔۔"
"جی۔۔۔میری کمپنی نے ادھر ٹرانسفر کر دیا
ہے۔۔۔"
"کر دیا ہے یا کروالیا ہے۔۔۔؟"وہ بھی قدرے
اونچی آواز میں بولے تھے مگر اس نے کوئی
جواب نہیں دیا۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں
کلک کریں۔
safareadab.com

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب